

خطبہ (۲۰۸)

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ایک شخص ط نے آپ سے من گڑھت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ:

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط، سب ہی کچھ ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کے دور میں آپ پر بہتان لگائے گئے، یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ: «جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے»۔

تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں ط:

ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ، وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطع بنالیتا ہے، نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرتے، لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے، اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سنی ہیں اور آپ سے تحصیل علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اس کی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ پھر وہ رسول ﷺ کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور

وَقَدْ سَأَلْتَهُ سَائِلٌ عَنْ أَحَادِيثِ الْبِدْعِ وَ عَمَّا فِي آيِدِي النَّاسِ مِنْ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّ فِي آيِدِي النَّاسِ حَقًّا وَ بَاطِلًا، وَ صِدْقًا وَ كَذِبًا، وَ نَاسِخًا وَ مَنْسُوخًا، وَ عَامًّا وَ خَاصًّا، وَ مُحْكَمًا وَ مُتَشَابِهًا، وَ حِفْظًا وَ وَهْمًا، وَ لَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَهْدِهِ، حَتَّى قَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

وَ إِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ:

رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلإِيمَانِ، مُتَصَبِّعٌ بِالإِسْلَامِ، لَا يَتَأْتِمُّ وَلَا يَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُتَعَدِّدًا، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ، وَ لَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ، وَ لَكِنَّهُمْ قَالُوا: صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَاهُ، وَ سَبِعَ مِنْهُ، وَ لَقِفَ عَنْهُ، فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَ قَدْ أَخْبَرَكَ اللَّهُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ بِمَا وَصَفَهُمْ، وَ أَخْبَرَكَ، وَ وَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ، ثُمَّ بَقُوا

کذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جنہم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور ان کے ذریعہ سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے، ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا ان (محدودے چند) افراد کے کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ چار میں سے ایک تو یہ ہوا۔

اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، لیکن جوں کا توں اسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا، یہی کچھ اس کے دسترس میں ہے، اسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔

تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنا کہ آپ نے ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے، پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس سے روک دیا، لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا، یا یوں کہ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی، لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آسکی۔ اس نے (قول) منسوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اگر اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

اور چوتھا شخص وہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ

بَعْدَهُ عَلَيْهِ وَ إِلِهِ السَّلَامُ،
فَتَقَرَّبُوا إِلَىٰ أَيْمَةِ الضَّلَالَةِ،
وَ الدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ وَ الْبُهْتَانِ،
فَوَلَّوهُمْ الْأَعْمَالَ، وَ جَعَلُوهُمْ حُكَّامًا عَلَىٰ رِقَابِ النَّاسِ، فَآكَلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا، وَ إِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوكِ وَ الدُّنْيَا، إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللَّهُ، فَهَذَا أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ.

وَ رَجُلٌ سَبَّحَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ، فَوَهَمَ فِيهِ، وَ لَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِبًا، فَهُوَ فِي يَدَيْهِ، يَرْوِيهِ وَ يَعْمَلُ بِهِ، وَ يَقُولُ: أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهَمَ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ، وَ لَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذَلِكَ لَرَفَضَهُ!

وَ رَجُلٌ ثَالِثٌ، سَبَّحَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا يَأْمُرُ بِهِ، ثُمَّ نَهَىٰ عَنْهُ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ، أَوْ سَبَّحَهُ يَنْهَىٰ عَنْ شَيْءٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوحَ، وَ لَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ، فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوحٌ لَرَفَضَهُ، وَ لَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَبَّحُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوحٌ لَرَفَضُوهُ.

وَ آخَرَ رَابِعٌ، لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللَّهِ وَ لَا عَلَىٰ

نہیں باندھتا۔ وہ خوف خدا اور عظمت رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے۔ اس کی یادداشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا، نہ اس میں کچھ بڑھایا، نہ اس میں سے کچھ گھٹایا، حدیث ناخ کو یاد رکھا تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود اور اسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول اللہ ﷺ کا کلام دورِ رخ لئے ہوتا تھا: کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتا تھا اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتا تھا اور ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے اور پیغمبر ﷺ کا اس سے مقصد کیا ہے، تو یہ سننے والے اسے سن تو لیتے تھے اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے، مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اور وجہ سے ناواقف ہوتے تھے اور نہ اصحاب پیغمبر میں سب ایسے تھے کہ جنہیں آپ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وہ کچھ پوچھے تو یہ بھی سن سنا لیں، مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔

یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اختلاف کے وجوہ و اسباب۔

رَسُولِهِ، مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ، خَوْفًا مِّنَ اللَّهِ، وَ تَعْظِيمًا لِّرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ لَمْ يَهُمُ، بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَى وَجْهِهِ، فَجَاءَ بِهِ عَلَى مَا سَمِعَهُ، لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، وَ حَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ، وَ حَفِظَ الْمَنْسُوخَ فَجَتَّبَ عَنْهُ، وَ عَرَفَ الْخَاصَّ وَ الْعَامَّ، فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَّوْضِعَهُ وَ عَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَ مُحْكَمَهُ.

وَ قَدْ كَانَ يَكُونُ مِّنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْكَلَامُ لَهُ وَ جِهَانٍ: فَكَلَامٌ خَاصٌّ، وَ كَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنِ اللَّهِ بِهِ، وَ لَا مَا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيَحْصِلُهُ السَّمِيعُ، وَ يُوجِّهُهُ عَلَى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِعَنَاةٍ، وَ مَا قَصِدَ بِهِ، وَ مَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِهِ، وَ لَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ وَ يَسْتَفْهِمُهُ، حَتَّىٰ إِنْ كَانُوا لَيَحِبُّونَ أَنْ يَجِئَهُ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ الطَّارِئُ، فَيَسْأَلُهُ عَنِ الشَّيْءِ حَتَّىٰ يَسْمَعُوا، وَ كَانَ لَا يَمُرُّ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهُ.

فَهَذِهِ وَجُوهٌ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ، وَ عَلَيْهِمْ فِي رَوَايَاتِهِمْ.

۱۔ یہ ”سلیم ابن قیس بلالی“ تھے جو امیر المؤمنین علیؑ کے رواقہ حدیث میں سے ہیں۔

۲۔ امیر المؤمنین علیؑ نے اس خطبہ میں رواقہ حدیث کو چار قسموں میں منحصر کیا ہے:

- پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کر کے پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روایتیں گڑھ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں، بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفاق ہوا تو سید مرتضیٰ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر صحابہ کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں۔ اس پر ان علماء نے کہا کہ: یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اللہ ﷺ پر افترا باندھنے کی جرأت کرے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دے۔ سید مرتضیٰ نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ کی حدیث ہے کہ:

سَتَكْفُرُ عَلَيَّ الْكُذَّابَةُ بَعْدَ مَوْتِي، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَفْعَدًا مِنَ النَّارِ.

میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جائے گا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تو اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبر ﷺ پر جھوٹ باندھا گیا اور اگر غلط سمجھتے ہو تو اس کا غلط ہونا خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے من گڑھت روایتیں بناتے رہتے تھے اور جس طرح پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں سے گھلے ملے رہتے تھے اس طرح ان کے بعد بھی ان میں گھلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کی تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے، بلکہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر ﷺ انہیں بے نقاب کر کے رسوا نہ کر دیں، مگر آنحضرتؐ کے بعد ان کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کیلئے پیغمبر ﷺ پر افترا باندھ دیتے تھے اور سننے والے انہیں صحابی رسولؐ سمجھ کر اعتبار و اعتماد کر لیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے اور جو فرما دیا ہے وہ درست ہے اور بعد میں بھی «الْصَّكَّابَةُ كُلُّهُمُ عَدُوٌّ» : «صحابہ سب کے سب عادل ہیں» کے عقیدہ نے زبانوں پر پہرا بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انہیں بارگاہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے ان کے خلاف زبان کھولنے کیلئے جرأت و ہمت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیؑ کا یہ قول شاہد ہے:

فَتَقَرَّبُوا إِلَى أُمَّةِ الضَّلَالَةِ وَ الدُّعَاةِ إِلَى النَّارِ بِالزُّورِ وَ الْبُهْتَانِ فَوَلَّوْهُمُ الْأَعْمَالَ وَ جَعَلُوْهُمُ حُكَّامًا عَلَى رِقَابِ النَّاسِ.

ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلا و ادیسینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اپنے اپنے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا۔

منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری فراوانی سے حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کیلئے روایات وضع کر کے انتشار و افتراق پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے:

لَمَّا تَرَكُوا تَرَكَوْا وَ حَيْثُ سَكَّتْ عَنْهُمْ سَكَّتُوا عَنِ الْإِسْلَامِ وَ أَهْلِهِ إِلَّا فِي دَسِيسَةٍ خَفِيَّةٍ يَّعْمَلُونَهَا نَحْوَ الْكُذْبِ الدَّجِيِّ أَشَارَ إِلَيْهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِنَّهُ خَالَطَ الْحَدِيثَ كِذْبًا كَثِيرًا صَدَرَ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ صَحِيحِي الْعَقِيدَةِ ، فَصَدُّوا بِهِ الْأَصْلَالَ وَ تَخَبُّطِ الْقُلُوبِ وَ الْعَقَائِدِ وَ قَصَدَ بِهِ بَعْضُهُمُ التَّنْوِيَةَ بِذِكْرِ قَوْمٍ كَانَتْ لَهُمْ فِي التَّنْوِيَةِ بِذِكْرِهِمْ عَرَضٌ دُنْيَوِيٌّ .

جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب ان سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی، مگر درپردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المؤمنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے، کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کر دی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے، دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دیوبی اغراض وابستہ ہوتی تھیں۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۳)

اس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اور ملک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تخت فرما زورائی پر متمکن ہوا تو اس نے جعلی روایتیں گڑھنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تنقیص اور عثمان اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں اور اس کیلئے انعامات اور جاگیریں مقرر کریں جس کے نتیجہ میں کثیر التعداد خود ساختہ فضائل کی روایتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتاب ”الاعداث“ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسے درج کیا ہے کہ:

وَ كَتَبَ إِلَيْهِمْ أَرْبَ أَنْظَرُوا مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ شَيْعَةِ عُثْمَانَ وَ مُحَجِّبِيهِ وَ أَهْلِ وَ لَأَيْتِهِ وَ الَّذِينَ يَرُؤُونَ ، فَصَايَلَهُ وَ مَنَاقِبَهُ ، فَأَذْنُوا مَجَالِسَهُمْ وَ قَرَّبُوا لَهُمْ وَ أَكْرَمُوا لَهُمْ وَ أَكْتَبُوا لِي بِكُلِّ مَا يَرُؤِي كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ وَ اسْمَهُ وَ اسْمَ أَبِيهِ وَ عَشِيرَتِهِ . فَفَعَلُوا ذَلِكَ حَتَّى أَكْتَفَرُوا فِي فَصَائِلِ عُثْمَانَ وَ مَنَاقِبِهِ لَمَّا كَانَتْ يَبْعَثُهُ إِلَيْهِمْ مُعَاوِيَةُ مِنَ الصَّلَاتِ وَ الْكِسَاءِ وَ الْحُبَاءِ وَ الْقَطَائِعِ .

معاویہ نے اپنے عمال حکومت کو تحریر کیا کہ جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار، ہوا خواہ اور دستار ہوں ان پر نظر تو بہ رکھو

اور ان لوگوں کو جو ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنا دربار نشین اور مقرب قرار دو اور ان کا احترام کرو اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وہ مجھے لکھو اور اس کے اور اس کے باپ اور اس کے قوم قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ عثمان کے مناقب و فضائل کے انبار لگا دیئے، کیونکہ امیر معاویہ ایسے لوگوں کو جائزے، خلعتیں، عطیے اور جاگیر میں دیتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۱۶)

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روایتیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں تو اس خیال سے کہ پہلے خلفاء کا پہلہ سبک نہ رہ جائے، اس نے اپنے عمال کو تحریر کیا:

فَإِذَا جَاءَكُمْ كِتَابٌ هَذَا فَأَذْعُوا النَّاسَ إِلَى الرَّوَايَةِ فِي فَصَائِلِ الصَّحَابَةِ وَالْخُلَفَاءِ الْأَوْلِيَاءِ وَلَا تَتَرَكُوا خَيْرًا يَرُويهِ أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فِي أَحَدٍ تَرَابٍ إِلَّا وَتَأْتُونِي بِمَنَاقِصٍ لَّهُ فِي الصَّحَابَةِ، فَإِنَّ هَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ وَأَقْرَبُ لِعَيْنِي وَأَدْحَضُ لِحُجَّةِ أَحَدٍ تَرَابٍ وَشَيْعَتِهِ وَأَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ وَفَضْلِهِ. فَفَرِّقْتُ كُتُبَهُ عَلَى النَّاسِ فَرُويَتْ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ فِي مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ مُفْتَعَلَةٌ لَا حَقِيقَةَ لَهَا.

جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابوتراب علیہ السلام کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کیلئے صحابہ کیلئے بھی ویسی ہی حدیثیں گڑھ کر بیان کرو، کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لئے سختی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوتراب اور اس کے شیعوں کی حجت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل و مناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے جس کے نتیجے میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روایتیں گڑھنا شروع ہو گئیں کہ جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ ہوتی تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۱۶)

اس سلسلہ میں ابن عرفہ معروف بہ ”لفظویہ“ نے کہ جو اکابر علماء و محدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ:

إِنَّ أَكْثَرَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْصُوعَةِ فِي فَصَائِلِ الصَّحَابَةِ افْتُعِدَتْ فِي أَيَّامِ بَنِي أُمَيَّةٍ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ بِمَا يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ يَرِغَمُونَ بِهِ أَنْوَافَ بَنِي هَاشِمٍ.

صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیثیں بنی امیہ کے دور میں گڑھی گئیں تاکہ ان کی بارگاہ میں رُوخ حاصل کیا جائے،

کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل و پست کر سکیں گے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۱۶)

وضع روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی، اب دنیا پرستوں نے سلاطین و امراء کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سمیٹنے کیلئے اسے ایک

ذریعہ بنا لیا۔ جیسا کہ غمیث ابن ابراہیم نے مہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کیلئے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گڑھ کر سنادی اور ابو سعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنا لیا اور حدیہ ہے کہ کرامیہ اور بعض متصوفہ نے معصیت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کیلئے وضع حدیث کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں بے لکھنے کے روایتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا، بلکہ عموماً یہ کام وہی لوگ انجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی رایتیں مصلوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اٹھ حدیثیں منتخب کیں، مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار حدیثیں قابل انتخاب سمجھیں، ابو داؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں، احمد بن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں، مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جاتا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں۔ چنانچہ آج مسلمانوں میں ایک معتد بہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے بعد سرے سے حدیث کی حجیت ہی سے انکار کر چکا ہے۔

● دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو موقع و محل کو سمجھے بغیر جو التاسیدھا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری، باب البکاء علی المیت میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ:

يَا صُهَيْبُ! اَتَّبِعْ عَلِيًّا وَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اِنَّ اَبَ الْمَيِّتِ يُعَذَّبُ بِبِكَاةِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ.

اے صہیب! تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ”گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔“

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ: خدا عمر پر رحم کرے! رسول اللہ ﷺ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ائمہ المؤمنین نے فرمایا کہ: قرآن میں تو یہ ہے کہ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ﴾: ”ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا“ تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج کی ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے:

عن عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: اِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلٰى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا اَهْلُهَا، فَقَالَ: اِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا.

زوجہ رسول حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر

گزرے کہ جس پر اس کے گھروالے رو رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ: اس کے گھروالے تو اس پر رو رہے ہیں اور وہ

قبر میں بتلائے عذاب ہے۔^۱

- تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر ﷺ سے حدیث منسوخ کو سنا مگر اس کی ناخ حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناخ کی مثال پیغمبر ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف بھی اشارہ ہے:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، إِلَّا فَرُّوْهُهَا.

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو۔^۲

اس میں زیارت قبور کی نہی کو اذن زیارت قبور سے منسوخ کر دیا ہے۔ تو جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر

عمل پیرا ہے۔

- چوتھی قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ، فہم و ذکا کے مالک، حدیث کے مورد و محل سے آگاہ، ناخ و منسوخ، خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف اور کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے، جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ، نعل و غش سے پاک اور قابل اعتماد و عمل ہیں۔ خصوصاً وہ سرمایہ احادیث جو امیر المؤمنین علیؑ سے امانتاً رسیدوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر ﷺ کے فیوض حاصل کرتی۔ مگر تاریخ کا یہ افسوسناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آل محمدؐ سے تو حدیث لی جاتی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیت علیہم السلام کی کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو قلم رک جاتا ہے، چہرے پر شہنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

^۱ صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۳۲، حدیث ۱۲۲۷۔

^۲ علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۳۹۔